اہلسنت و جماعت کا تعارف

خطاب از مولانا یسین اختر مصباحی، انڈیا

’’سَوادِاعظم کانفرنس‘‘ کا صدارتی خطاب

خطاب : مولانا یٰسٓ اختر مصباحی
ترتیب : محمد ارشاد عالم نعمانی مصباحی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَبْدَعَ الْاَفْلاکَ وَالْاَرْضِیْنَ وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ کَانَ نَبِیّاً وَآدَمُ بَیْنَ الْـمَاءِ وَالطِّیْنِ وَعَلٰی آلِهٖ وأصحابِهٖ أجمَعِین. اَمَّابَعْد!

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمِ۔

محترم سامعین! ’’سوادِ اعظم‘‘ کے نام سے اس تاریخی کانفرنس کے انعقاد پر ہم سب سے پہلے قاری سبطین رضا قادری ایوبی (خانقاہِ قادریہ ایّوبیہ۔ پپرا کنک۔ ضلع کوشی نگر۔ مشرقی اتر پردیش) کو ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں جنھوں نے اس اہم موضوع پر کانفرنس کا انعقاد (بتاریخ ۳؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ/ ۲۷؍مارچ ۲۰۱۲ء) کرکے جماعتِ اہلِ سُنَّت، سوادِ اعظم اہلِ سُنَّت کے تعارف وتذکرہ و تشہیر کے لیے نہایت تاریخی اور مفید قدم اُٹھایا ہے۔

آپ کی اس سرزمین پر ’’سوادِ اعظم اہلِ سُنَّت‘‘ کے موضوع پر منعقد ہونے والی اِس ’’سَوَادِ اعظم کانفرنس‘‘ (جسے حضرت مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی وحضرت مولانا مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی اور مولانا فروغ احمد اعظمی مصباحی نے خطاب فرمایا۔) کے اثرات اِنْ شاءَ اللّٰہ وسیع اور ہمہ گیر سطح پر ہوں گے اور اس نام سے ملک کے دیگر مقامات پر بھی کانفرنسیں منعقد ہوں گی۔ یہ آپ کے لیے بہت ہی اِعزاز واِفتخار کی بات ہے۔

’’سَوَادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت‘‘ یہ ہمارا نام ہے جو الفاظِ حدیث سے مُستنبط اور ماخوذ ہے۔

ایک حدیث مبارک جسے آپ اس سے پہلے سن چکے ہیں۔ ابنِ ماجہ شریف کی حدیث ہے:

اِتَّبِعُوْا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّه، مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ۔ سَوَادِ اعظم کی اِقتدا واِتباع کرو، کیوں کہ جو اس سے الگ ہوا وہ جہنم میں گیا۔

’’سَوَادِ اعظم‘‘ کا لفظ سن کر بہت سے لوگ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ ’’سَوَادِ اعظم‘‘ کا مطلب کیا ہے؟ معنی کیا ہے؟ مفہوم کیا ہے؟

’’سَوَادِ اعظم‘‘ کہتے ہیں، بڑی جماعت کو، جمہورِ اُمَّت کو۔ سَوادِ اعظم کا یہ لفظ، حدیثِ رسول سے

ماخوذ ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے۔رسولِ اکرم صَلَّی اللہ عَلیہِ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا:

عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاء الرَّاشِدِیْن اَلْمَهْدِیِّن۔ تمھارے اوپر لازم ہے کہ میری سُنَّت اور میرے ہدایت یافتہ خُلفا کی سُنَّت کی پیروی کرو،ان کے ساتھ وابستہ رہو۔

اس حدیثِ رسول کی روشنی میں ہم اپنے آپ کو اہلِ سُنَّت کہتے ہیں۔گویا یہ سَوَادِ اعظم اور یہ اہلِ سُنَّت ،دونوں ''سُنّی'' نام ہیں۔

ایک حدیث میں ہے: عَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَة۔

اور دوسری حدیث میں ہے:یَدُاللہ عَلَی الْجَمَاعَة۔

اِن احادیثِ مبارکہ میں جماعت کے ساتھ رہنے کی تاکید و ہدایت اور جماعت کے لیے نُصرتِ الٰہی کی بشارت ہے۔اس طرح پورا نام ہوا''سَوَادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت۔''

اہلِ سُنَّت و جماعت کون ہیں؟ سَوَادِ اعظم کون ہیں؟ ایک حدیث ہے جس میں رسولِ پاک صَلَّی اللہ عَلیہِ وَسَلَّم نے ارشادفرمایا ہے کہ:

''یہ اُمَّت ،تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ 'کُلُّهَا فِی النَّار' سارے فرقے جہنم میں ہوں گے سِوائے مِلَّتِ واحدہ کے،ایک مِلَّت کے۔

سوال کیا گیا حضورِ اکرم صَلَّی اللہ عَلیہِ وَسَلَّم سے کہ وہ مِلَّت کون سی ہوگی؟ آپ نے ارشاد فرمایا:مَااَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِی۔جس پر مَیں اور میرے صحابہ ہیں۔اس پر گامزن رہنے والے ہی جنتی ہیں۔

دعویٰ ہر فرقہ کا ہے کہ ''مَااَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِی'' کا مِصداق ہم ہیں۔سَوَادِ اعظم ہم ہیں۔ اہلِ سُنَّت ہم ہیں۔اس کا پتہ کیسے چلے؟

سَوَادِ اعظم صحیح معنی میں کون ہیں؟ اہلِ سُنَّت کون ہیں؟اس سلسلے میں اہلِ سُنَّت کے نہایت عظیم المرتبت محدِّث ،امامُ المحدِّثین حضرت شاہ عبدالحق محدِّث دہلوی نے بڑی عمدہ گفتگو کی ہے اَشِعَّةُ اللَّمْعَات شرحِ مشکٰوۃ میں۔اورانھوں نے فرمایا ہے کہ:

اس سے پہلے کی جتنی بھی اہم کتابیں (تفسیر وحدیث وفقہ وغیرہ کی) ہیں،اِکٹھّا کر لی جائیں اور ان کی روشنی میں تحقیق کر کے نتیجہ نکالا جائے تو یہ اہلِ سُنَّت ہی سَوَادِ اعظم ہیں۔اور یہی ''مَااَنَا عَلَیْهِ وَ اَصْحَابِی'' کا مِصداق ہیں۔تفسیر وحدیث اور فقہ و م کی صدیوں قدیم کتابوں سے یہی ثابت ہے۔''

اَلْحَمدُللہ ! کل بھی ہم سَوَادِ اعظم تھے اور آج بھی سَوَادِ اعظم ہیں۔یہاں تک کہ جب شاہ محمد

اسمٰعیل دہلوی (متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) کی تقریروں اور تحریروں کے نتیجے میں ہندوستان کے اندر ایک نئے فرقے کی بنیاد پڑی، فرقۂ وہابیہ کی ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء میں، اُس وقت بھی جامع مسجد دہلی کے اندر جو مباحثہ اور مناظرہ ہوا اُس کی روداد بیان کرتے ہوئے ابوالکلام آزاد نے کہا ہے۔ یہ ایک کتاب ہے ''آزاد کی کہانی، آزاد کی زبانی''۔ عبدالرَّزّاق ملیح آبادی ندوی نے جسے مرتّب کیا ہے۔ ابوالکلام آزاد نے یہ کہا ہے کہ: شاہ اسمٰعیل دہلوی سے یہ مباحثہ جو ہُوا اس میں سارے عُلمائے دہلی ایک طرف تھے اور شاہ اسمٰعیل دہلوی اور ان کے ماننے والے ایک مولوی عبدالحی (بڈھانوی) دوسری طرف۔

اور ابوالکلام آزاد کے بقول: شاہ منوَّرالدین دہلوی شاگردِ شاہ عبدالعزیز محدِّث دہلوی اس مناظرہ کے انعقاد کے سلسلے میں اور شاہ اسمٰعیل کے تعاقب میں پیش پیش تھے۔

مولانا شاہ مخصوص اللہ دہلوی و مولانا شاہ محمد موسیٰ دہلوی فرزندانِ شاہ رفیع الدین دہلوی، فرزندِ شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی، وعلاَّمہ فضلِ حق خیرآبادی و مولانا رشیدالدین خاں دہلوی تلامذۂ شاہ عبدالعزیز محدِّث دہلوی اور دیگر عُلما و مشائخ سَوادِاعظم اہلِ سُنَّت وجماعت نے شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی (متوفی ۱۸۳۱ء) اور ان کے ہم خیال مولوی عبدالحی بڈھانوی (متوفی ۱۸۲۸ء) کو مباحثۂ جامع مسجد دہلی (۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) میں بالکل عاجز وساکت ولاجواب کر دیا۔

گویا ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء میں بھی سَوادِاعظم، اہلِ سُنَّت وجماعت ہی تھے۔ اور اس سے جو الگ ہوئے اُن میں قابلِ ذکر جو جامع مسجد کے مباحثہ میں نام تھا وہ صرف دو تھے۔ اور ان دونوں کے بالمقابل سارے کے سارے عُلما و مشائخِ کرام، سَوادِاعظم اہلِ سُنَّت وجماعت تھے۔

یہ ہندوستان کے ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء کی بات ہے۔ اور ہندوستان کے اندر سَوادِاعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کے نمائندہ وہ عُلما و مشائخِ کرام بھی ہیں، مختلف صدیوں اور اَدوار کے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ ہندوستان کے اندر اسلام کی نشرواشاعت صوفیہ و مشائخِ کرام کے ذریعہ زیادہ ہوئی۔ جن میں یہ حضرات نمایاں ہیں:

حضرت داتا گنج بخش ہجویری لاہوری، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت فریدالدین مسعود گنج شکر، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلوی، حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاد ہلوی، حضرت مخدوم علی احمد علاء الدین صابر کلیری، حضرت مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی، حضرت مخدوم شرف الدین احمد یحییٰ منیری اور اس طرح کے دیگر اکابر صوفیہ و مشائخِ کرام۔ یہ سَوادِاعظم اہلِ سُنَّت وجماعت کے پیشوا اور ہنما و قائد و سالار تھے۔ اور دُنیا جانتی ہے کہ یہ سارے کے سارے صوفیہ و مشائخِ کرام سُنّی تھے۔ اور سُنّی ہونے کے ساتھ حنفی بھی تھے۔

لوگ آج کل بہت بڑھ چڑھ کر باتیں کرتے ہیں اتحادِ اُمّت کی اور اتحاد بین المسلمین کی۔ مَیں ان سے کہتا ہوں کہ:

یہ شخصیات جن کے ذریعہ ہندوستان کے اندر اسلام کی روشنی پھیلی، ان کے مذہب و مسلک پر سب لوگ آ جائیں تو خود بخود ساری اُمّت کا اتحاد ہو جائے گا۔ اس کے لیے کچھ کہنے سننے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔

یہ تو ماضی کی بات ہے۔ ابھی حجازِ مقدس کی بات چل رہی تھی۔ ۸۳، ۱۹۸۲ء کی بات ہے۔ میں مسجدِ نبوی شریف (مدینہ طیبہ) سے عصر کی نماز پڑھ کر نکل رہا تھا۔ باہر، بابِ مجیدی کی طرف جا رہا تھا۔ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد قادری مہاجر مدنی رَحمۃُ اللہ عَلیہ کے دولت کدے کی طرف۔ جن سے نجدی قاضی سے مباحثہ کی ایک بات حضرت علاّمہ (محمد احمد اعظمی مصباحی) مصباحی نے بیان کی۔ میں انھیں کے گھر جا رہا تھا۔ راستے میں ایک ہندوستانی ندوی اصلاحی مل گیا، جو مجھے ہندوستان ہی سے جانتا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ: یہاں تو سب آپ ہی کے لوگ نظر آتے ہیں۔''

وہ مدینہ یونیورسٹی میں لکچرر تھا اور کئی سال سے مدینہ طیبہ میں مُقیم تھا۔ اس نے اپنا مشاہدہ بیان کیا کہ: ''یہاں تو آپ ہی کے لوگ زیادہ نظر آتے ہیں۔''

''آپ ہی کے لوگ'' کا مطلب یہ ہے کہ سُنّی زیادہ نظر آتے ہیں۔

یہ سُن کر میں نے اُس سے کہا کہ: یہاں ہمارے لوگ نہیں تو کیا تمھارے لوگ نظر آئیں گے؟

تو یہ مدینہ طیبہ کا حال اُس زمانے (۸۳، ۱۹۸۲ء) میں بھی تھا۔ اور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سعودیہ میں سب کے سب یا اکثر وہابی ہی ہیں۔ ایسا معاملہ نہیں۔ سعودیہ کے دو حصے اور دو علاقے اور دو خطے ہیں۔ ایک کا نام ہے نجد اور ایک کا نام ہے حجاز۔ یوپی اور بہار سمجھ لیجیے۔ نجدی حصے (ریاض، ظہران، دَمّام، عَسِیر، اَحْسَا وغیرہ) میں وہابی رہتے ہیں۔ حجاز کا حصہ جس میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، جدّہ اور طائف ہیں۔ یہاں کی قدیم آبادی پہلے بھی سُنّی تھی اور آج بھی سُنّی ہی ہے۔

صرف حکومتی عہدوں اور مناصب پر نجدیوں کے منتخب افسر اور مساجد میں ان کے مقرّر امام و مؤذِّن ہوتے ہیں۔ اس لیے بظاہر ایسا لگتا ہے کہ یہی زیادہ ہیں۔

حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ جو اصلی حجازی ہیں وہ پہلے بھی سُنّی تھے اور آج بھی سُنّی ہیں۔

اور ابھی حضرت شیخ محمد بن علوی مالکی جن کا ۲۰۰۴ء میں انتقال ہوا ہے، حَرَمین طیبین کے جلیلُ القدر خاندانی محدِّث و عالمِ دین و شیخِ طریقت تھے۔ انھوں نے سارے نجدی شیوخ کو چیلنج کیا تھا کہ: جو

مجھ سے بحث کرنا چاہے، بحث کر لے۔ مَیں اہلِ سُنَّت کی حقّانیت ثابت کر دوں گا۔''

لیکن کوئی ان کے سامنے نہیں آیا۔ اور ان کا ادب و احترام اتنا زیادہ تھا کہ خود سعودی حکومت بھی ان کی طرف آنکھ اُٹھانے اور ان پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت و ہمت نہیں کر سکتی تھی۔ تو یہ ماضی قریب اور آج کا حال ہے حجازِ مقدس کا۔

وہاں پر صرف حکومتی سطح پر قبضہ ہے نجدیوں کا، عوامی سطح پر آج بھی سینکڑوں، ہزاروں گھروں میں میلاد شریف ہوتا ہے اور مَیں خود مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ سے لے کر ریاض تک بہت سی محافلِ میلاد میں شرکت کر چکا ہوں۔

آج کی یہ ''سَوَادِ اعظم کانفرنس'' جو درحقیقت ''سَوَادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کانفرنس'' ہے۔ یہ پیغام دینے کے لیے منعقد ہوئی ہے کہ جو قدیم سَوَادِ اعظم ہے، جو قدیم اہلِ سُنَّت ہیں، ان کی راہ پر سب لوگ آ جائیں۔ یہ بعد کے جو نو زائیدہ مسالک اور مسائل ہیں۔ یہ خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ ان کا کوئی وجود ہی کہیں باقی نہیں رہ جائے گا۔

اہلِ سُنَّت و عُلماے اہلِ سُنَّت کے تعلق سے اپنی لاعلمی بلکہ عناد و مخاصمت کی وجہ سے مُعانِدِین و مُخالفین کی طرف سے بہت سی باتیں کہی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے کہ:

''مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے اپنی تحریروں کے ذریعہ ہندوستان کے اندر مسلکی اختلاف پیدا کیا اور اسے پَروان چڑھایا۔''

اِن ناواقفوں یا مخالفوں کو معلوم نہیں کہ ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء میں جب تقویۃ الایمان (جس کی تالیف کئی سال پہلے ہی ہو چکی تھی اور نقل در نقل لوگوں تک پہنچتی رہی) منظرِ عام پر آئی تو سب سے پہلا اس کا تحریری جواب ۱۲۴۰ھ ہی میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدِّث دہلوی کے شاگردِ رشید حضرت علاّمہ فضلِ حق خیرآبادی نے دیا۔ اور ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء میں تقویۃ الایمان کے پیدا کردہ مسائل کے خلاف عُلماے اہلِ سُنَّت نے جامع مسجد دہلی میں شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی (متوفی ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء) سے مناظرہ کر کے اسے لاجواب کیا۔

اور ساتھ ہی ساتھ یہ تاریخی حقیقت بھی یاد رکھنی چاہیے کہ:

اس سُنّی وہابی مناظرۂ جامع مسجد، دہلی میں نہ بدایوں کا کوئی شخص (عالمِ دین) تھا، نہ بریلی کا۔ (امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی پر ''مسلکی اختلاف پیدا کرنے کا اِلزام'' نہایت لَغو اور باطل ہے جس کی تردید و تغلیط کے لیے اِس حقیقت کا اظہار کافی ہے کہ بتیس (۳۲) سال بعد ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۶ء میں امام احمد رضا

کی ولادت ہوئی۔ جب کہ خود آپ کے والد محترم حضرت مولانا نقی علی قادری برکاتی بریلوی کی بھی اس مناظرہ (۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کے چھ(۶) سال بعد ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۰ء میں ولادت ہوئی تھی)

بدایوں و بریلی میں متعدد جلیلُ القدر عُلما تھے۔ ان کی بہت ساری دینی و علمی خدمات ہیں۔ لیکن اس تعلق سے جامع مسجد دہلی میں جو کچھ ہوا اُس میں صرف عُلماے دہلی شریک تھے اور انھوں نے ان نئے (وہابی) خیالات کا رَدّ و ابطال کیا۔

دوسرا تاریخی مناظرہ ''براہینِ قاطعہ'' مؤلّفہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی سہارن پوری و مصدّقہ مولانا رشید احمد گنگوہی کی ایک توہین آمیز عبارت کے خلاف ہوا۔

۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۸ء میں بھاول پور، پنجاب (موجودہ پاکستان) کے اندر ہونے والے اس مناظرہ میں ایک طرف سُنّی عُلماے پنجاب تھے اور دوسری طرف دیوبندی عُلماے سہارنپور۔ بدایوں اور بریلی کا کوئی عالم اس سُنّی دیوبندی مناظرہ میں بھی شریک نہیں تھا۔

عُلماے پنجاب کی طرف سے حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری اور عُلماے سہارن پور کی طرف سے مولانا خلیل احمد انبیٹھوی سہارن پوری مناظر تھے۔ مناظرۂ بھاول پور، پنجاب کی تفصیلی روداد ''تَقدِیسُ الْوَکِیل عَنْ تَوهِینِ الرَّشیدِ والْخَلیل'' مؤلّفہ مولانا غلام دستگیر قصوری، پاک و ہند سے شائع ہو چکی ہے۔

اہلِ سُنّت کے درمیان مختلف اَدوار میں مختلف شخصیتیں جلوہ گر ہوتی رہیں اور انھوں نے اپنے اپنے طور پر نمایاں دینی و علمی خدمات انجام دیں۔ اِدھر آخری دَور میں سب سے نمایاں اور ممتاز خدمات ، فقیہِ اسلام امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی علیہِ الرَّحمۃُ و الرِّضوَان کی ہیں۔ جن کی خدمات کے بارے میں آپ بہت کچھ پڑھتے اور سنتے چلے آ رہے ہیں۔

ہندوستان کے اندر ہماری جو شخصیات ہیں اور ہمارے جو نظریات ہیں وہ تسلسل کے ساتھ ہیں اور ان کا تسلسل، ہماری شخصیات کا، قدیم دینی و روحانی مراکز کے ساتھ خانوادۂ ولی اللّٰہی عزیزی دہلی و خانوادۂ فرنگی محل لکھنؤ اور بدایوں، پھر بریلی، ان سب دینی و علمی مراکز کے عُلما و مشائخِ کرام کے ذریعہ ہماری شخصیات کا تسلسل ہے۔ اور ہمارے نظریات کا تسلسل، اور ہمارے جو عقائد اور معمولات ہیں وہ سب مشہور و معروف ہیں۔ جنھیں ذِکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

سَوَادِ اعظم سے الگ ہٹ کر ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء میں جو عُلما سامنے آئے اور جو نظریات سامنے آئے وہ بالکل نو زائیدہ ہیں۔ سَوَادِ اعظم سے بالکل الگ ہٹ کر ہیں۔ تو وہ ہم سے جدا ہوئے ہیں۔ ہم

کسی سے جدا نہیں ہوئے ہیں۔ بلکہ اپنی اصل سے، اپنی جڑ سے، اپنے وجود سے وابستہ، ہم کل بھی تھے اور آج بھی ہیں۔ اور ہندوستان سے لے کر حرمین طیبین تک ہمارا تسلسل، شخصیاتی بھی اور نظریاتی بھی ہر طرح سے قائم اور باقی ہے۔ ضرورت ہے کہ ہم اپنے اِن نظریات کو، اپنی اِن شخصیات کو تسلسل کے ساتھ جانیں بھی اور ان کا ذِکر و بیان بھی کریں۔

اپنے اکابر و اسلاف کو جاننا، ان کی خدمات کا تعارف کرانا، یہ ہمارا مذہبی، ملّی اور قومی فریضہ ہے۔ اور جس طرح سے کوئی سعید اور صالح اولاد، کوئی نیک بخت لڑکا، اپنے باپ دادا کا ذکر کرتا ہے اور تعریف کرتا ہے اور تعریف سننے پر خوش ہوتا ہے، ہم کو بھی اسی طرح سے بلکہ اس سے زیادہ اپنے اسلاف کا اور جتنی بھی نمایاں اور ممتاز اسلامی شخصیات و افراد ہیں، حسبِ ضرورت و اہمیت و اِفادیت سب کا ذِکر و بیان کرنا چاہیے تاکہ نئی نسل ان سب سے واقف ہو۔ اور یہ وراثت نسل در نسل آگے کی طرف منتقل ہوتی رہے۔

ایسا نہ ہو کہ کوئی نام جب نئی نسل کے سامنے آئے تو یہ نوجوان پوچھیں کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ جیسا کہ ''سَوَادِ اعظم'' کا لفظ جب پہلی مرتبہ یہاں آپ کے سامنے آیا تو آپ چونک گئے کہ ''سَوَادِ اعظم'' کیا چیز ہے؟ اور اس کا کیا مطلب ہے؟ کیا مفہوم ہے؟ تو یہ نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ شخصیات کا، نظریات کا بار بار ذِکر ہونا چاہیے، ان کا تعارف و تذکرہ کرنا اور کرانا چاہیے اور ان سے وابستہ رہ کر آگے کا جو کام ہے دینی، علمی وہ کرتے رہنا چاہیے۔

آج مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ اس ''سَوَادِ اعظم کانفرنس'' سے بانی خانقاہ اور بانی ادارہ حضرت مولانا محمد ایوب شریف القادری صاحب علیہِ الرَّحمۃُ و الرِّضوان کی روح یقیناً خوش ہو رہی ہوگی کہ میرے لڑکوں نے، میرے اہلِ خانہ نے، میرے مُریدین، مخلصین، متوسلین اور محبین نے میرے چھوڑے ہوئے کام اور مشن کو آگے بڑھایا اور اسے ترقی دی۔

یہ ان کے لیے ایک بے حد روحانی مسرت کی بات ہوگی اور وہ اپنی قبر میں یقیناً خوش ہوں گے۔

اس طرح کا کام یہاں کے جو متعلقین و منتظمین ہیں ان کو آئندہ بھی کرتے رہنا چاہیے تاکہ ان کا دینی و علمی فریضہ ادا ہوتا رہے اور ان کے بزرگوں کی روحیں بھی خوش ہوتی رہیں۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

(خطاب دَر ''سوادِ اعظم کانفرنس'' منعقدہ شبِ سہ شنبہ ۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ؍ ۲۷؍ مارچ ۲۰۱۲ء۔ بمقام پپرا کنک۔ ضلع کوشی نگر۔ مشرقی اتر پردیش۔ انڈیا)

❀❀❀❀❀❀

یہ خطاب عرفان مذہب و مسلک مولفہ مولانا یٰسین اختر مصباحی سے لیا گیا ہے
ناشر: دارالقلم، دہلی، انڈیا